اسباب نزول(قسط دوم)

(The Occasions, Reasons, and Contexts for the Revelation of the Qur'ān) Part-II

☆ سراج الاسلام حنیف

Abstract

The Arabic word *sabab* (pl. *asbāb*) means reason, cause and motive. *Ma'rifah asbāb al-nuzūl* is the knowledge about the reasons of the revelations, i.e. the knowledge about the particular events and circumstances in history that are related to the revelation of particular passages from the Qur'ān. Knowledge about the *asbāb al-nuzūl* helps one to understand the circumstances in which a particular revelation occurred, which sheds light on its implications and gives guidance to the explanation *(tafsīr)* and application of the *āyah* in question for other situations. The extent and scope of usefulness of the occasions of revelation have been a matter of contention among Muslim scholars. Some scholars overstressed their importance so much that they gave the impression that every passage of the Qur'ān must have an occasion, while others seemed inclined to play down their usefulness and importance altogether. This article is the continuation of Part-I and further elaborates on the topic focusing on the point that only those *asbāb* are to be considered which have a valid *isnād* "chain of narrators".

اسبابِ نزول اور مناسَبت

مفسرین کے مابین ایک بحث یہ پائی جاتی ہے کہ قرآنی آیت کی تفسیر کے ضمن میں پہلے سبب نزول ذکر کیاجائے یاآیات کے مابین مناسبت بیان کی جائے؟امام زرکشی لکھتے ہیں کہ:اگر مناسَبت کی وضاحت سببِ نزول پر موقوف ہوتوسببِ نزول کوپہلے ذکر کرنابہتر ہے لیکن اگر ایسانہ ہوتوبہتر یہ ہے کہ پہلے مناسَبت ذکر کی جائے۔انہوں نے اس کی ایک مثال بھی دی ہے۔ارشادربانی ہے:

''اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْانَصِیْباً مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاسَبِیْلاً ''[1]

* اسسٹنٹ پروفیسر،عبدالولی خان یونیورسٹی،مردان

"کیاتم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کے علم کا کچھ حصہ دیا گیاہے اوران کاحال یہ ہے کہ جبت اور طاغوت کومانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے تو یہی زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔"

اس آیت کا سبب نزول یہ بتایا گیاہے کہ غزوۂ بدر کے بعد یہود کاایک سردار کعب بن اشرف[2] مکہ مکرمہ گیاوہاں اُس نے مشرکینِ قریش کو مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے اُکسایا اُن مشرکوں نے اس سے سوال کیا کہ بتاؤ محمد (ﷺ) سیدھے راستے پر ہیں یا ہم لوگ؟ اُس نے ڈھٹائی سے جواب دی: تم لوگ۔ اس آیت میں اس کی جانب اوراس جیسے دیگر یہود کی جانب اشارہ ہے جو اپنی اِلہامی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف پڑھتے تھے، یہ چیز اُن کے پاس امانت تھی مگر انہوں نے اس میں خیانت کیا۔ اسی سباق میں آگے ایک آیت میں عمومی خطاب ہے:

''اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا''[3]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتاہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو۔"

یہ سببِ نزول ذہن میں رہے تو مذکورہ دونوں آیتوں کے درمیان مناسبت کی وضاحت اچھی طرح ہوجاتی ہے اس لیے اسے پہلے ذکر کرنا اولیٰ ہے۔[4]

اسبابِ نزول کے بارے میں ضروری امر

چونکہ فنِ شانِ نزول کی ساری عمارت روایت کی بنیادوں پر قائم ہے اس لیے اس میں اِسناد کی بنیاد پر فیصلہ کیاجائے گا کہ کوئی شانِ نزول قبول کیاجائے یا اُسے رد کیاجائے۔ ذیل میں شانِ نزول کے دوواقعات نقل کئے جاتے ہیں، جو زبان زد ہونے کے باوجود قطعاً قابل قبول نہیں۔

سیدنا ثعلبہ بن حاطِب اَنصارِی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

'' وَمِنْھُمْ مَّنْ عٰھَدَ اللہَ لَئِنْ اٰتٰنَامِنْ فَضْلِہٖ لَنَصَّدَّ قَنَّ وَ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ فَلَمَّآاٰتٰھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ بَخِلُوْابِہٖ وَتَوَلَّوْاوَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقاًفِیْ قُلُوْبِھِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ بِمَآاَخْلَفُوااللہَ مَاوَعَدُوْہُ وَبِمَاکَانُوْا یَکْذِبُوْنَ''[5]

''اور اِن (منافقین) میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنی مہربانی سے ہم کو (مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے لیکن جب اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور رو گردانی کر کے (اپنے عہد سے) پھر گئے 'تو اللہ نے اُن کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک جس میں وہ اللہ کے رُوبرُو حاضر ہوں گے' ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا' اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا' اس کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔''

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کرام نے نقل کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری (رضی اللہ عنہ) نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: دعاء کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے خوب مال عطا فرمائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑا مال جس کا شکر ادا کیا جائے اس کثیر مال سے بہتر ہے جسے انسان برداشت نہ کر سکے انہوں نے دوبارہ عرض کیا تو آپ انے ارشاد فرمایا کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ تو اللہ کے نبی کے مثل ہو جائے۔ اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونے میں تبدیل ہو کر میرے ساتھ چلتے۔ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ اللہ سے دعا فرمائیں' پھر وہ مجھے رزق عطا فرمائے تو میں حق دار کا حق پورے کا پورا ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی' انہوں نے ایک بکری خریدی، اس نے لاتعداد بچے جنے' حتی کہ مدینہ منورہ کی سرزمین ان کی بکریوں کے لیے ناکافی ہو گئی' انہوں نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور ایک وادی میں جا کر بس گئے اور صرف ظہر و عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے' باقی نمازیں ترک کر دیں' پھر جب آیت ''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً''[6] نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے دو اَفراد صدقہ کی وصول یابی کے لیے بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) اور بنی سُلَیم کے فلاں شخص کے پاس جانا' انہیں میرا پیغام سنانا اور ان سے صدقہ حاصل کرنا، تو ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کہنے لگے کہ یہ تو جزیہ ہو گیا جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے' اس پر مندرجہ بالا آیتیں نازل ہوئیں۔

بعض تفاسیر مثلاً مراح اللّبید ۱:۳۴۸' الوجیز ۱:۳۴۸' ارشاد العقل السلیم ۴:۴۵' مدارک التنزیل ۱:۶۳۸' تفسیر کبیر ۶:۱۰۵' الثعالبی ۲:۱۴۴، الکشاف ۲:۲۹۲، جلالین: ۲۵۳، تفسیر مولانا عبد الماجد دریابادی: ۴۱۵، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی: ۲۶۳ تفسیر مولانا نعیم الدین مراد آبادی: ۲۸۸' تفسیر حقانی ۲:۲۹۳' جواہر القرآن ۱:۴۴۶-۴۴۷' معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۴:۴۲۶' معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندہلوی ۳:۳۸۲ وغیرہ میں یہ واقعہ بلاسند منقول ہے' جب کہ دینی معاملات میں بلاسند بات ماننا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

بعض تفاسیر مثلاً ابن جریر ۶:۴۲۵-۴۲۷، ابن ابی حاتم ۶:۱۸۴۷، ابن کثیر ۲:۲۲۳، قرطبی ۸:۱۹۱، روح المعانی ۹-۱۰:۴۶۴، فتح القدیر شوکانی ۱: ۹۰۷، معالم التنزیل ۳:۱۲۴، خازن ۲:۲۶۴، مظہری ۴:۲۰۷ اور بعض دیگر کتب مثلاً :واقدی کی المغازی ۱:۱۵۹، طبرانی کی معجم کبیر ۸:۲۱۸-۲۱۹، حدیث:۷۸۷۳، ۲۵: ۲۲۵، ابونُعیم کی معرفۃ الصحابہ ۳: ۲۷۱-۲۷۲، ترجمہ:۱۳۷۵، اور بیہقی کی دلائل النبوۃ ۵:۲۵۹ میں اس واقعہ کو باسند بیان کیا گیا ہے۔ اس کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ آپ بھی پڑھیے۔

- معان بن رفاعة السلمي الدمشقي الحمصي أبو محمد، ثنا أبو عبد الملک علي بن يزيد الألهاني، ثنا أبوعبدالرحمن القاسم بن عبدالرحمن، عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه ...[7]

1. اس سند کے راوی معان بن رفاعۃ کے بارے میں بعض علماء کی رائے تو اچھی ہے لیکن امام یحییٰ بن مَعین[8] اسے سست اور ضعیف قرار دیتے ہیں۔[9]
2. دوسرا راوی ابو عبد الملک علی بن یزید دمشقی الہانی ہے جسے امام نسائی[10] اور امام دار قطنی[11] متروک الحدیث قرار دیتے ہیں[12]۔ جب کہ امام بخاری[13] اور امام ابو حاتم[14] اسے منکر الحدیث بتاتے ہیں۔[15]
3. اس روایت کا تیسرا راوی ابو عبد الرحمٰن القاسم بن عبد الرحمٰن ہے جس کے بارے میں امام احمد[16] فرماتے ہیں:

''وحمـــل على القاسم وقال:يروي عـــلي بن يزيد عنه أعاجيب وتكلم فيهماوقال:ماأرى هذاإلأمن قِبَل القاسم''[17]

" علی بن یزید نے اس سے عجیب وغریب روایات نقل کی ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ سب داستانیں قاسم نے تیار کی ہیں۔"

امام ابن حبان[18] فرماتے ہیں:

''كان يزعم أنه لقي أربعين بدرياً، كان ممن يروي عن أصحاب رسول االله ا المعضلات ، و يأتي عن الثقات بالأشياء المقلوبات حتى يسبق إلى القلب أنه كان المتعمد لها''[19]

"یہ (قاسم) دعویٰ کرتے تھے کہ اس نے چالیس بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ یہ عام صحابہ سے بھی جو روایات نقل کرتا ہے وہ سب مُعْضَل[20] ہوتی ہیں اور روایات میں تبدیلیاں کر کے ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے، اور میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ یہ سب روایات خود اس کی تیار کردہ ہوتی ہیں۔"

- محمدبن سعدثنی ابی(سعد بن محمد بن الحسن العوفی) ثنی عمی(الحسين)ثنی ابی(حسن بن عطية ابو عبدالله بن سعد بن جنا دة العوفی) عن ابن عباس رضي الله عنه۔[21]

1. اس روایت کا پہلا راوی محمد بن سعد بن محمد بن الحسن بن عطیۃ العوفی ہے'جس کے بارے میں خطیب بغدادی[22] فرماتے ہیں: ''كان ليناً في الحديث''[23] " حدیث کے معاملے میں سست تھا۔"

2. دوسرا راوی سعد بن محمد بن الحسن بن عطیۃ العوفی ہے' امام اثرم[24] فرماتے ہیں: میں نے ایک بار امام احمد بن محمد بن حنبل سے کہا: آج ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ سعد کی روایات لکھا کرو کیونکہ وہ نہایت ثقہ ہے۔ امام احمد نے اسے بہت بڑی بات جانا اور فرمایا:

''لا إلٰہ إلاّالله سبحٰن الله،ذاک جهمي، و لو لم يكن هذا أيضاً لم يكن ممن يستأهل أن يكتب عنہ ولا كان موضعاً لذلک''[25]

"سعد تو جہمی[26] ہے اور اگر وہ جہمی نہ بھی ہو تا تب بھی اس کا اہل اور مستحق نہیں تھا کہ اس کی روایت لکھی جائے۔"

3. تیسرا راوی حسین بن حسن بن عطیہ عوفی ہے' جسے امام یحییٰ بن معین ضعیف کہتے ہیں۔[27]

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

''يروى الأشياء لايتابع عليها'لايجوز الإحتجاج بخبره''[28]

"کچھ اشیاء روایت کرتا ہے جس میں اس کا تابع موجود نہیں ہوتا، اس کی روایات سے احتجاج واستدلال درست نہیں۔"

4. اس کا چوتھا راوی حسن بن عطیۃ بن سعد ہے جس کے متعلق امام ابو حاتم فرماتے ہیں: حدیث کے سلسلے میں ضعیف تھا۔[29] امام بخاری فرماتے ہیں: کچھ بھی نہیں ہے۔[30]

- ابن حميد،حدثناسلمۃ،عن ابن إسحاق عن عمروبن عبيد، عن الحسن۔[31]

اس روایت میں کئی اسنادی خرابیاں ہیں:

1. اس کا راوی محمد بن حمید رازی ہے'امام جوزجانی[32] فرماتے ہیں:

''كان رديء المذہب، غير ثقۃ''[33]

"بدمذہب اور غیر ثقہ ہے جس کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔"

محدث اسحاق بن منصور[34] فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا کہ محمد بن حمید جھوٹا تھا۔[35]

2. ایک راوی سلمۃ بن الفضل الابرش ہے جو "رے" کا قاضی تھا، امام بخاری فرماتے ہیں:

''عنــده مناكــير''[36] ''اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔''

امام علی بن المدینی[37] فرماتے ہیں:

''رَمَينَا بحــديثه قبل أن نخــرج مــن الرَّي''[38]

''ہم لوگ سلمۃ بن الفضل کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو پھینک کر شہر ''رے'' سے نکلے۔''

3. اس کے ایک راوی محمد بن اسحاق امام المغازی ہیں جو سچے تو تھے لیکن مدلس تھے۔[39] اور یہ روایت معنعن ہے' جب کہ مصطلح الحدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ:

''ما كان في الصحيحين وغيرهما مــن الكتب الصحيحة عن المدلسين بعن محمولٌ على ثبوت سماعه مــن جهةٍ أخــرى''[40]

''صحیحین سے باہر مدلس راوی کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے'البتہ صحیحین میں وارد مدلس کی معنعن روایت دوسری جہات سے درست تسلیم کی جاتی ہے۔''

4. اس کاایک راوی عمروبن عبیدبن باب ہے جومتروک الحدیث'صاحبِ بدعت اوراحادیث میں جھوٹا تھا۔حسن بصری[41] پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔[42]

5. آخری راوی حسن بن ابی الحسن بصری ہیں جو مشہور فقیہ اور فاضل تھے لیکن تدلیس قبیح کا شکار تھے اور سند میں ایسے راویوں کے نام لیتے تھے جن سے روایت نہیں سنی ہوتی تھی۔[43]

وہ آگے کا سلسلہ نہیں بتاتے کہ آگے کے راوی ضابط' متقن اور ثقہ تھے یا کذّاب' وضّاع اور ضعیف ومنکر الحدیث تھے۔

ان روایات کی اسنادی حیثیت آپ نے پڑھ لی' اب ان پر یقین رکھنا اور خطبات جمعہ وعیدین میں مانعینِ زکوٰۃ کے وعید کے طور پر اس کو بیان کرنا غلط اور گناہ ہے کیونکہ جس ہستی کے بارے میں یہ افسانہ تراشا گیا ہے وہ بدری صحابی ہیں جن کا اسم گرامی سیدنا ثعلبہ بن حاطب انصاری (رضی اللہ عنہ) ہے:ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ صحابیٌ بدریٌ[44] جب کہ بدری صحابہ اتنے نیک کار تھے کہ اُن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا:

''إعملوا ماشئتم فقــد غفــرت لكم''[45]

''جو چاہو عمل کرو'میں نے تمھیں معاف کردیا ہے۔''

مفسرین کرام نے بلا تحقیق ایک بدری صحابی کو خواہ مخواہ منافق بناڈالا ہے حالانکہ:

- حافظ ابن عبد البر[46] فرماتے ہیں:

''وقول مَــن قال فيثعلبةصــأنه مانع الزكوٰة، الذي نزلت فيه الآية غيــر صحيح''[47]

''ان لوگوں کا قول صحیح نہیں جو کہتے ہیں کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) مانع زکوٰۃ تھے اور یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔''

- حافظ ابن حزم[48] لکھتے ہیں:

''وهــذاباطلٌ،لأنَّ ثعلبــة بدري معــروفٌ''[49]

''یہ روایت باطل ہے اس لیے کہ سیدنا ثعلبہ معروف بدری صحابی ہیں۔''

تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

''اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق[50] اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما[51] نے اُن سے زکوٰۃ وصدقات وصول نہیں کیے لیکن:''وهذا باطلٌ بِلاشكٍ لأنَّ االله تعالى أمر بقبض ذَكَوَاتِ أموال المسلمين وأمرَ نعند عند موته أن لايبقَى في جزيرة العرب دِينانِ،فلا يخلو ثعلبة مِن أن يكون مسلماً ففرض على أبي بكر وعمر قبض ذكاته ، ولابُدَّ ، ولافُسحةَ في ذلک، وإن كان كافراً ففرض أن لايقر في جزيرة العرب،فسقط هذاالأثر بلاشک''[52]

''یہ روایت بغیر کسی شک وشبہہ کے باطل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول کو) مسلمانوں سے مالی صدقہ وخیرات قبض کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ا نے وفات پاجاتے کے وقت یہ حکم دیا تھا کہ جزیرۃ العرب میں دودین نہیں رہیں گے،پس ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) دوحالوں سے خالی نہیں ہوں گے،یاتو مسلمان ہوں گے پس سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا فرض بنتا ہے کہ اُن سے صدقہ وخیرات لے لیں، یہ ضروری ہے اور اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں اور اگر ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کافر ہوں تو پھر چاہیے کہ وہ جزیرۃ العرب میں نہ رہیں۔ پس یہ روایت بلاشک وشبہ ساقط الاعتبار ہے۔''

- امام قرطبی[53] فرماتے ہیں:

''ثعلبة (رضي الله عنه) بدريٌّ أنصاريٌّ ، وممن شهد الله له ورسوله بالإيمان فما روي عنه غير صحيح''[54]

''سیدنا ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) بدری انصاری ہیں جن کے ایمان کی گواہی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے دی ہے پس جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا ہے' صحیح نہیں۔''

- حافظ ابن حجر[55] فرماتے ہیں:

''لا أظن يصح''[56] ''میرا گمان نہیں کہ یہ روایت صحیح ہو۔'' یہ بھی فرمایا:

''و هذا إسناد ضعيف جداً''[57]۔ ''یہ نہایت ضعیف سند ہے۔''

- حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

''بسند ضعيفٍ''[58] ''اس کی سند کمزور ہے۔''

سیدنا ولید بن عقبہ بن ابی معیط فاسق تھے؟!!

مولانا مودودی صاحب[59] لکھتے ہیں:

''تیسرے یہ کہ ان میں بعض کا کردار ایسا تھا کہ اس دور کے پاکیزہ ترین اسلامی معاشرے میں ان جیسے لوگوں کو بلند مناصب پر مقرر کرنا کوئی اچھا اثر پیدا نہ کر سکتا تھا۔ مثال کے طور پر ولید بن عقبہ کے معاملہ کو لیجئے (عوام میں مشہور اور زبان زد واقعہ تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے) حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ)[60] نے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ)[61] کی جگہ کوفہ جیسے بڑے اور اہم صوبہ کا گورنر بنادیا' وہاں یہ راز فاش ہوا کہ یہ شراب نوشی کے عادی ہیں حتی کہ ایک روز انہوں نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھادی اور پلٹ کر کہا: اور پڑھاؤں''[62]

حالانکہ علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی المعروف بالخازن[63] لکھتے ہیں:

''هو عامٌ نزلت لبيان التثبت وترك الإعتماد على قول الفاسق، و هو أولَى من حكم الآية على رجل بعينه ' لأنَّ الفسوق خروج عن الحق' ولا يُظَنُّ بالوليد ذلك إلَّا أنه ظَنَّ وتَوَهَّمَ فأخطأَ' فعلى هذا يكون معنى الآية : اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ ' أي: بخبر''[64]

"یہ آیت عام ہے اوراس لیے نازل ہوئی ہے کہ تثبت و تحقیق پر اعتماد کیا جائے اور کسی بے اعتماد شخص کی خبر کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ یہ تفسیر بنسبت اس کے بہتر ہے کہ اس سے کوئی معین شخص مراد لیا جائے اس لیے کہ فسق کے معنی حق سے بالکل نکل جانے کے ہیں' جب کہ سیدنا ولید بن عقبہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں صرف یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ظن و گمان کی وجہ سے وہ خطا کا شکار ہوئے۔ اس تفسیر پر آیت کا معنٰی یہ ہوگا کہ کوئی بھی بے اعتماد شخص تمہارے پاس کوئی بھی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔"

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی[65] فرماتے ہیں:

"پیش کردہ شانِ نزول کو دِرایت کی کسوٹی پر جانچیئے تو معلوم ہوگا کہ اس کی کوئی کل بھی سیدھی نہیں"

1. سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں فاسق کی روایت پر اعتماد کرنے سے روکا گیا ہے جب کہ سیدنا ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق اس واقعے سے پہلے کوئی بات بھی ایسی لوگوں کے سامنے نہیں آئی تھی جس سے معلوم ہو سکتا کہ نعوذ باللہ وہ فاسق ہیں، صرف یہ نہیں کہ ان کے فسق کی کوئی شہادت موجود نہیں تھی بلکہ ان کی وثاقت و عدالت کا یہ مرتبہ تھا کہ خود نبی ﷺ نے ان کو تحصیلِ زکوٰۃ کے ذمہ دارانہ منصب پر مامور فرمایا۔ اگر ان کے اندر اس قسم کا کوئی کھوٹ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ان کو اس اہم خدمت کے لیے کس طرح منتخب فرماتے۔
2. دوسری بات یہ ہے کہ اس شانِ نزول کو باور کر لیجئے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے اتنے ناواقف تھے کہ ایسے لوگوں کو ذمہ دارانہ مناصب پر مامور فرما دیتے تھے جو اپنی دروغ بافی سے حکومت اور رعایا دونوں کو خطرے میں ڈال دیں۔ اس قسم کی بے بصیرتی ایک عام معقول آدمی سے بھی بعید از قیاس ہے چہ جائے کہ اس کا صدور رسول اللہ ﷺ سے ہو۔
3. تیسری بات یہ ہے کہ اگر سیدنا ولید (رضی اللہ عنہ) استقبال کرنے والی پارٹی کو جنگ جو پارٹی سمجھ کر اس سے ڈر کے واپس آ گئے تھے اور اپنا تاثر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ بیان کیا کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے تو ان کی یہ بات سادہ لوحی اور کمزوری تو قرار دی جاسکتی ہے لیکن از روئے شریعت اس کو فسق نہیں کہا جاسکتا۔ پھر تو اس مضمون کی آیت اترنی تھی کہ مسلمانو! تم اپنے ذمہ دارانہ عہدے ایسے سادہ لوحوں کے سپرد نہ کیا کرو جو استقبال کرنے والوں اور لڑنے والوں کے درمیان امتیاز کرنے سے بھی قاصر ہوں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ سیدنا ولید (رضی اللہ عنہ)

اتنے سادہ لوح ہوتے تو کیا رسول اللہ ان کو ایسی اہم مالی اور سیاسی ذمہ داری سپرد کر دیتے؟ کیا کسی شخص کے اندر سادہ لوحی کوئی ناگہانی طور پر پیدا ہونے والی چیز ہے جو لوگوں سے مخفی رہے، یہاں تک کہ خود رسول اللہ کو اس کا اندازہ نہ ہو سکے۔

4. چوتھی بات یہ ہے کہ یہی سیدنا ولید (رضی اللہ عنہ) ہیں جن کو سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کا گورنر بنایا۔ غور کیجئے کہ کیا سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) اس بات سے واقف نہیں تھے کہ یہ شخص از روئے نص قرآن فاسق قرار پا چکا ہے اور گورنری تو درکنار اسلامی قانون کی رو سے یہ کسی روایت یا شہادت کا بھی اہل نہیں ہے؟ اگر ناواقف تھے تو یہ مانئے کہ سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) جیسے خلیفہ راشد' جن کو جامعِ قرآن(علیٰ قراءۃٍ واحدۃٍ)ہونے کا شرف بھی حاصل ہے' نعوذ باللہ' قرآن کا اتنا علم بھی نہیں رکھتے تھے جتنا علم شانِ نزول کی روایتیں کرنے والے ان راویوں کو تھا۔ میرے نزدیک یہ شان نزول روافض کی ایجادات میں سے ہے جس سے انہوں نے نہ صرف سیدنا ولید (رضی اللہ عنہ) ہی کو بدنام کرنا نہیں چاہا ہے بلکہ سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کو بھی مطعون کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے یہ جانتے بوجھتے کہ یہ شخص فاسق ہے محض از راہ کنبہ پروری اس کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔[66]

- **حدیث سے ثابت ہے**

''عـن الوليـدبن عقبـة رضـي الله عنـه قال:لمـافتح رسـول الله □ مكـة جعل أهل مكـة يأتونـه بصـبيانهم فيمسـح علـى رؤوسـهم ويـدعولهم فجيئ بـى إليـه وإنــي مطيـب بــالخَلُوق،ولم يمسـح علــى رأسـي ولـم يمنعـه مـن ذلک إلاّأن أمي خلّقني بالخلوق فلم يمسنى من أجل الخلوق''[67]

''فتح مکہ کے دن سیدنا ولید بن عقبہ (رضی اللہ عنہ) خورد سالہ بچوں میں تبریک کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپ نے سب کے سروں پر ہاتھ پھیر لیا مگر ان کے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا کیونکہ ان کے سر میں خَلوق (ایک قسم کی خوش بو) لگی تھی جو آپ کو ناپسند تھی۔''

جو شخص فتح مکہ کے دن بچوں میں شامل ہے وہ چند ماہ بعد اس قابل کس طرح ہو گیا کہ اسے بنو مصطلق میں عامل بنا کر بھیج دیا گیا؟

- مولانا اشرف علی صاحب تھانوی[68] نے فرمایا:

'' یٰأیھاالذین آمنوا'' میں مخاطب عام مومنین ہیں اور فاسق سے مراد عام فاسقین ہیں اور فاسق کا ذکر افادئہ مبالغہ فی الحکم کے لیے ہے' یہ نہیں کہ جس قصہ میں اس کا نزول ہوا ہے اس کو فاسق کہا گیا ہو' پس اس آیت سے نہ ولید (رضی اللہ عنہ) کا فاسق ہونا لازم آیا اور نہ اس کا شبہ رہا کہ یہ موہوم ہے۔[69]

- جن روایتوں میں سیدنا ولید بن عقبہ (رضی اللہ عنہ) کا نام مذکور ہے ان میں سے کوئی بھی روایت صحیح اور جرح سے خالی نہیں، وہ سب روایات منقطع ہیں۔[70]

ایک غلط استدلال

مولانا عامر صاحب عثمانی مدیر ماہنامہ تجلی، دیوبند، انڈیا سیدنا ولید بن عقبہ ص کے بارے میں امام بغوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'' فأنزل الله تعالى:يٰأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَآئكُمْ فَاسِقٌ،يعني:الوليد''[71]

'' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے اہلِ ایمان! جب تمہارے پاس کوئی فاسق آئے، یعنی: ولید۔''

اورانہوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:''گویا علامہ بغوی نے صریح طور پر قرآن کے لفظ فاسق کا مصداق ولید کو قرار دیا)''[72] لیکن مولانا یہ بھول گئے ہیں کہ فردِ جرم عائد کرنے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ دلیل و برہان کا جائزہ لیا جائے۔ امام بغوی نے اس شانِ نزول اور واقعہ کی سند تک نہیں لکھی، تو اُنہیں یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ کسی صحابی کو فاسق قرار دے؟

عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

> ''ہمارے سامنے تفسیر ابن جریر کا المطبعۃ المیمنۃ مصر کا شائع کردہ نسخہ ہے۔ علامہ طبری اس واقعے کو پانچ سندوں سے بیان فرماتے ہیں (جن میں ولید کے فسق کا ذکر ہے) اور یہ بھی واضح رہے کہ اِسناد منقطع نہیں ہیں بلکہ صحابی سے اُن کا سلسلہ جاملتا ہے، مثلاً پہلی ہی سند ہے: ''حدثني محمد بن سعدقال : حدثني أبي قال: حدثني عمي، قال:حدثني أبيعن أبيه عن ابن عباس (رضی اللہ عنہ) ''۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ شانِ نزول سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کی بیان فرمودہ ہے''[73]

عثمانی صاحب کو بہت فخر ہے اپنی تحقیق پر، حالانکہ وہ یہاں علمی خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کیا کسی حدیث کی صحت کے لیے صرف یہ ضروری ہے کہ اس کی سند متصل ہو؟ مولانا کو علمائے جرح وتعدیل کے اقوال کی روشنی میں اس عجیب وغریب سند کی وضاحت کرنی چاہیے تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اس سند کی تحقیق کرنا مولانا عامر صاحب کے بس کی بات نہیں، اس لیے اُنہوں اسے استدلال میں تو پیش فرمایا مگر اس کا تجزیہ نہیں کیا۔ اس روایت کے رُواۃ کے حالات آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ کیا اس قماش کے لوگ اس لائق ہیں، کہ اُن کی روایت سے کسی صحابی پر کیچڑ اچھالا جائے؟

عثمانی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

"ویسے یہ آپ دیکھ ہی چکے کہ علامہ بغوی اور بعض اور علماء نے فاسق کی تفسیر میں یعنی الولید ہی لکھا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ جب ولید کے بارے میں اس آیت کا نزول متفق علیہ ہے تو کوئی راہ فرار اس سے نہیں ہے کہ کم سے کم اس واقعے کی حد تک ولید کو فاسق مان لیا جائے' ورنہ مطلب یہ ہو گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بھی اصلاح دے رہے ہیں"[74]

یہ ہے مولانا عامر صاحب عثمانی کا مَبلغ علم! مولانا صاحب ہمارے سامنے تو ہم اُن سے پوچھتے کہ قرآن کریم کی کس آیت میں ہے کہ سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ فاسق ہیں؟ اللہ کی کتاب پر اتنا سفید جھوٹ مولانا عثمانی صاحب ہی بول سکتے ہیں جو مولانا مودودی صاحب کی صفائی بیان کرنے میں اندھے ہو گئے ہیں۔ ہمیں باحوالہ بتایا جائے کہ اس آیت کا سیدنا ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نزول متفق علیہ ہے۔ متفق علیہ ہونے کا رعب جما کر صحابی رسول کو فاسق کہنا صریح بد دیانتی ہے' اس میں دلیل نام کی کوئی شے نہیں۔

مولانا عامر صاحب نے ایک دلیل یہ بھی پیش فرمائی ہے کہ:

"علامہ سیوطی کی تفسیر الدر المنثور کے حاشیے پر سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کی تفسیر میں ٹھیک وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے' جس کا ذکر چل رہا ہے... (ایک عربی عبارت پیش کر کے لکھتے ہیں کہ) دیکھا آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فاسق کے ساتھ منافق بھی کہہ ڈالا، عام اصطلاحی اعتبار سے نہ سہی، لیکن لغوی اعتبار سے ولید کی یہ غلط گوئی نفاق ہی کے مرادف تھی"[75]

شاباش عثمانی صاحب! سوال یہ ہے کہ جو تفسیر سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے نام سے مشہور ہے، اس کا درجہ اور حیثیت کیا ہے؟ ہمیں معلوم ہے عمومی طور پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو دوسرے صحابہ کی تفسیر پر ترجیح دی جاتی ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے حق میں دعاء فرمائی تھی:

"أَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ التَّأوِيلَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"[76] "یا اللہ! انہیں تفسیر کا علم اور دین کی سمجھ عطاء فرما"۔

لیکن یہ بھی پیش نظر رہے کہ جس ضخیم تفسیرِ سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کا حوالہ مولانا عثمانی صاحب دے رہے ہیں' جو اَن گنت مرتبہ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس کے نام سے چھپ گئی ہے' اس کے جامع محمد بن یعقوب مجد الدین فیروز آبادی

شافعی[77] مصنف القاموس المحیط ہیں'اس کی سند کا دارو مدار محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت از محمد بن سائب کلبی از ابو صالح از ابن عباس(رضی اللہ عنہ) پر ہے،جب کہ:

- محمد بن مروان سدی صغیر جھوٹ بولنے سے بدنام تھا۔[78]
- محمد بن السائب کلبی،کذاب اور ساقط الاعتبار تھا۔سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔متروک تھا۔سبائی تھا اور کہا کرتا تھا کہ سیدنا علی(رضی اللہ عنہ) مرے نہیں ہیں۔واپس دنیا میں آئیں گے اور اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔جھوٹ بولنے سے بدنام تھا۔[79]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

''وأوهَى طُرُقه طريق الكلبي'فإن انضم إلى ذلک رواية محمد ابن مـــروان السدي الصـــغير فهي سلســلة الكذب''[80]

'' سیدنا ابن عباس ؓسے تفسیر کی روایت کے طرق میں سب سے بڑھ کر بودا'خراب اور ضعیف طریق کلبی کا ہے'جس کو وہ بواسطہ ابو صالح سیدنا ابن عباس ؓسے روایت کرتا ہے۔پھر اگر کلبی کے اِس طریق میں محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت بھی شامل کر دی جائے تو یہ جھوٹ کا سلسلہ اور لڑی بن جاتی ہے۔''

ایک جھوٹے راوی کی روایت سے جھوٹا شخص استدلال کر سکتا ہے'کسی سچے راوی نے آج تک جانتے بوجتے کسی جھوٹے راوی کی روایت سے استدلال نہیں کیا۔

امام خلیلی [81] الارشاد فی علماء البلاد میں لکھتے ہیں:

''هـذه التفاسير الطوال التي أسندوها إلى ابن عباس رضي الله عنه غير مـرضية'ورُواتها مجاهيل''[82]

'' سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہ (کی طرف منسوب طویل تفاسیر ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول اور نامعلوم لوگ ہیں''۔

حواشی و مراجع

[1]۔ سورۃ النساء ۴: ۵۱

[2]۔ امام زرکشی اور حافظ سیوطی نے اسے امام ابن العربی کی تفسیر کے حوالے سے نقل کیا ہے مگر اُن کی تفسیر احکام القرآن میں مجھے یہ عبارت نہ مل سکی۔ البتہ امام قرطبی نے لکھا ہے: ''وجہ النظم بما تَقَدَّمَ أنہ تعالی أخبر عن کتمان أهل الکتاب صفۃ محمد ا وقولهم:إنَّ المشرکین أهدَی سبیلاً،فکان ذلک خیانۃ منهم فانجرَّالکلام إلی ذکر جمیع الأمانات۔'' (تفسیر القرطبی ۵: ۲۴۶)

[3]۔ سورۃ النساء ۴: ۵۸

[4]۔ البرہان ۱: ۲۶، الاتقان ۱: ۹۲

[5]۔ سورۃ التوبۃ ۹: ۷۵-۷۷

[6]۔ سورۃ التوبۃ ۹: ۱۰۳

[7]۔ معجم کبیر ۸: ۲۱۸-۲۱۹، حدیث: ۷۸۷۳، الأحادیث الطّوال مندرجہ در معجم کبیر ۲۵: ۲۲۵، معرفۃ الصحابۃ، ابونعیم ۳: ۲۷۱- ۲۷۲(۱۳۷۵) اسد الغابۃ ۱: ۳۰۵، ترجمہ: ۵۹۰، دلائل النبوۃ ۵: ۲۸۹۔

[8]۔ یحییٰ بن مَعین (بفتح المیم) بن عون بن زیاد، ابوزکریا، سید الحفاظ، ناقد، مؤرخ اور بہت بڑے محدث ہیں۔ جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ اصلاً سرخس سے تعلق تھا۔ انبار کے قریب ۱۵۸ھ = ۷۷۵ء کو نقیانامی گاؤں میں پیدا ہوئے، اُن کے والد محکمہ خراج میں عامل تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۳ھ = ۸۴۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے ہاتھوں سے لاکھوں احادیث لکھی ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۴: ۱۷۷، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۲۹، الاعلام ۸: ۱۷۲)

[9]۔ التاریخ ۲: ۱۷۵، رقم النص: ۵۱۳۴

[10]۔ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار، ابو عبد الرحمن نسائی، قاضی اور حافظِ حدیث تھے۔ خراسان کے نَسَاء نامی گاؤں میں ۲۱۵ھ = ۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ مصر میں رہائش پذیر ہوئے۔ وہاں کے مشائخ نے ان سے حسد کرنا شروع کیا اور انہیں رملہ (فلسطین) جانے پر مجبور کیا۔ ایک مسئلے کی وجہ سے انہیں کافی مار کھانی پڑی، جس سے وہ بیمار پڑے۔ ۳۰۳ھ = ۹۱۵ء کو وفات پائی۔ بیت المقدس میں دفن کیے گئے۔ (وفیات الاعیان ۱: ۷۷-۷۸، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۲۸)

[11]۔ علی بن عمر بن احمد بن مہدی، ابو الحسن، دار قطنی، شافعی، اپنے دور کے اِمام فی الحدیث والعِلَل تھے۔ آپ نے قراءت پر کتاب لکھی اور اس کے ابواب مقرر کیے۔ دار قطن (جو بغداد کا ایک قصبہ ہے) میں ۳۰۶ھ = ۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ بغداد میں ۳۸۵ھ = ۹۹۵ء کو وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ۳: ۲۹۷، تاریخ بغداد ۱۲: ۳۴، سیر اعلام النبلاء ۱۶: ۴۴۹)

[12]۔ الضعفاء، نَسائی، ترجمہ: ۴۳۲، دار قطنی، ترجمہ: ۴۰۷

[13]۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، بخاری، ابو عبد اللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث، ۱۹۴ھ = ۸۱۰ء کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ طلب حدیث کے سلسلے میں مشقتیں اٹھائیں اور لگ بھگ ایک ہزار اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، ۲۵۶ھ = ۸۷۰ء کو خرتنگ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۵۵، الاعلام ۶: ۳۴)

[14]۔ عبدالرحمن بن محمد ابو حاتم بن ادریس بن منذر، تمیمی، حنظلی، رازی، ابو محمد ''رے'' میں ۲۴۰ھ = ۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رجالِ حدیث کے ماہر عالم تھے۔ ۳۲۷ھ = ۹۳۸ء کو وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳ :۸۲۹، الاعلام ۳ :۳۲۴)

[15]۔ التاریخ الکبیر ۶ :۳۰۱، کتاب الجرح والتعدیل ۶ :۲۰۹

[16]۔ احمد بن محمد، ابو عبداللہ، شیبانی، ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مرو سے تھا۔ ان کے والد سرخس کے گورنر تھے۔ ۱۶۴ھ = ۷۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے حصولِ علم میں لگے رہے اور اس سلسلہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، ان کے زمانے میں مامون الرشید نے ''خلق قرآن'' کا فتنہ اٹھایا۔ امام موصوف نے اس فتنہ کی خوب سرکوبی کی اور اس سلسلے میں انہیں ناقابلِ برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ ۲۸ مہینے جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ ۲۴۱ھ = ۸۵۵ء کو وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ۴:۴۱۳-۴۲۳، الاعلام ۱ :۲۰۳)

[17]۔ العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۵۶۶، الجرح والتعدیل ۷ :۱۱۳

[18]۔ ابو حاتم ابن حِبَّان (بکسر الحاء و تشدید الباءٔ) محمد بن حِبَّان بن احمد بن حِبَّان بن معاذ بن معبد، تیمی، ابو حاتم، بستی، سجستانی۔ تاریخ، جغرافیہ، رجال اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں خراسان، شام، مصر، عراق اور جزیرہ کے سفر کیے۔ ۳۵۴ھ = ۹۶۵ء کو وفات پائی۔ (معجم البلدان ۲ : ۱۷۱، تذکرۃ الحفاظ ۳ : ۲۹۰-۹۲۴)

[19]۔ المجروحین ۲ :۲۱۴-۲۱۵، ترجمہ:۸۷۳

[20]۔ وہ روایت ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل حذف کئے گئے ہوں۔

[21]۔ تفسیر ابن جریر ۶ :۴۲۵، نص:۱۷۰۰۱، دلائل النبوۃ از بیہقی ۵ :۲۸۹

[22]۔ احمد بن علی بن ثابت، بغدادی، ابو بکر، خطیب، حافظ حدیث اور مؤرخ اسلام تھے۔ ۳۹۲ھ = ۱۰۰۲ء کو غُزیہ (بالتصغیر) میں پیدا ہوئے، جو مکہ مکرمہ اور کوفہ کے بالکل درمیان میں مساوی مسافت پر واقع ہے۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے، اور وہیں ۴۶۳ھ = ۱۰۷۲ء کو وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۸ :۲۷۰، الاعلام ۱ :۱۷۲)

[23]۔ تاریخ بغداد ۵ :۳۲۲-۳۲۳)

[24]۔ احمد بن محمد بن ہانئ الطائی الاسکافی، ابو بکر الاثرم، حافظ حدیث تھے۔ امام احمد اور اُن جیسے جلیل القدر علماء سے کسب فیض کیا۔ ۲۶۱ھ = ۸۷۵ء کو وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ۵ :۸۴، الاعلام ۱ :۲۰۵)

[25]۔ تاریخ بغداد ۹ :۱۲۶

[26]۔ جہمی: جہم بن صفوان اور بشر مریسی کے پیروکار، جن کی عقائد کی تفصیل حافظ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں مفصل مذکور ہیں۔

[27]۔ الکامل فی الضعفاء ۷:۲۳۳، میزان الاعتدال ۱ :۵۳۲

[28]۔ المجروحین ۱: ۲۴۶

[29]۔ الجرح والتعدیل ۳ :۲۶

[30]۔ التاریخ الکبیر ۲ :۳۰۱

[31]۔ تفسیر ابن جریر ۶ :۴۳۷، رقم النص:۱۷۰۰۵

[32]۔ ابراہیم بن یعقوب السعدی الجوزجانی, محدث اور ماہر اسماء الرجال تھے۔ جوزجان سے تعلق کی بناء پر جوزجانی کہلائے۔ تاریخ وفات سے تاریخ خاموش ہے۔

[33]۔ احوال الرجال، ترجمہ: ۳۸۲

[34]۔ اسحاق بن منصور بن بہرام ابویعقوب مروزی، عرف کوسج، حنبلی فقیہ اور بہت بڑے محدث تھے۔ "مرو" میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ عراق، حجاز مقدس اور شام کے سفر کیے۔ نیسابور میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۲۵۱ھ = ۸۶۵ء کو وفات پائی۔ (طبقات الحنابلہ، ابن ابی یعلیٰ ۱: ۱۱۳، ترجمہ: ۱۳۳، الاعلام ۱: ۲۹

[35]۔ تاریخ بغداد ۲: ۲۶۳، تہذیب الکمال ۲۵: ۱۰۳

[36]۔ التاریخ الکبیر ۴: ۸۴

[37]۔ علی بن عبد اللہ بن جعفر سعدی ابن المدینی البصری، محدث و مؤرخ تھے۔ بصرہ میں ۱۶۱ھ = ۷۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے حافظ حدیث تھے۔ لگ بھگ دو سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ علم اختلاف حدیث میں امام احمد بن محمد بن حنبل کے پائے کے عالم تھے۔ ۲۳۴ھ = ۸۴۹ء کو سامراء میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ۱۱: ۴۵۸، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۲۸، الاعلام ۴: ۳۰۳)

[38]۔ التاریخ الکبیر ۴: ۸۴

[39]۔ تقریب التہذیب: ۴۹۸، ترجمہ: ۵۷۲۵

[40]۔ ارشاد طلاب الحقائق ۱: ۲۱۱، نوع: ۱۲

[41]۔ ابو سعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری، مشہور تابعی ہیں۔ علم، زہد، تقوی اور عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے والد ماجد یسار سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۱ھ = ۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سایہ عاطفت میں رہے۔ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۱۰ھ = ۷۲۸ء کو فوت ہوئے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کثرت سے تدلیس کیا کرتے تھے اس لیے اُن کی معنعن روایت مقبول نہیں۔ حسن بصری کبھی کبھار سیدنا ابوہریرۃ ص سے "عَنْ" کے ساتھ روایت کرتے ہیں حالانکہ اُن کی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں ہے اس لیے اُن کی روایات منقطع ہوتی ہیں۔ (وفیات الاعیان ۲: ۶۹، میزان الاعتدال ۱: ۵۲۷، الاعلام ۲: ۲۲۶)

[42]۔ تہذیب الکمال ۲۲: ۱۲۴-۱۲۸

[43]۔ تقریب التہذیب: ۱۹۷، ترجمہ: ۱۲۲۷

[44]۔ معجم کبیر ۲: ۸۷، الثقات، ابن حبان ۳: ۳۶، المغازی، واقدی ۱۵۹: ۱، جمہرۃ انساب العرب، ابن حزم: ۳۳۴، اسد الغابۃ ۳۰۵: ۱، ۳۰۷، ترجمہ: ۵۹۰، الاصابۃ ۱۹۸: ۱

[45]۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر (۵۶) باب الجاسوس (۱۴۱) حدیث: ۳۰۰۷، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ (۴۴) باب من فضائل اہل بدر (۳۶) حدیث: ۱۶۱-(۲۴۹۴)

[46]- یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البرّ نَمری' قرطبی' مالکی' ابو عمرو' حافظ حدیث' مؤرخ اور ادیب تھے۔ اپنے دور میں حافظِ مغرب کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ قرطبہ میں ۳۶۸ھ = ۹۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے اندلس کے مشرقی اور مغربی علاقے چھان مارے۔ شبونہ اور شنترین کے قاضی رہے ہیں۔ شاطبہ میں ۴۶۳ھ = ۱۰۷۱ء کو وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ۷ :۶۶' تذکرۃ الحفاظ ۳ :۱۲۸' الاعلام ۸ :۲۴۰)

[47]- الدرر فی اختصار المغازی والسیر :۸۱

[48]- علی بن احمد بن سعید بن سعد' ابو محمد ابن حزم ظاہری' قرطبہ میں ۳۸۴ھ = ۹۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے عہد میں اندلس کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ آپ اور آپ کے والد دونوں مملکت اندلس کے وزیر تھے۔ آپ نے وزارت کو خیر باد کہا اور اپنے آپ کو حصول علم کے لیے وقف کر دیا۔ فقیہ اور حافظِ حدیث تھے اور قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط کیا کرتے تھے۔ ۴۵۶ھ = ۱۰۶۴ء کو اندلس کے مضافاتی گاؤں لَبلَہ میں وفات پائی۔ (وفیات الاعیان ۳ :۳۲۵' سیر اعلام النبلاء ۱۸ :۱۸۴' الاعلام ۴ :۲۵۴)

[49]- المحلّٰی ۱۱ :۲۰۸

[50]- ابو بکر صدیق (عبد اللہ) بن ابی قحافہ (عثمان) رضی اللہ عنہما بن عامر' تیمی' قرشی' بالغ مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کے والد' والدہ' بیوی اور اولاد سب صحابہ ہیں' یہ فضیلت آپ کے علاوہ کسی اور صحابی کو حاصل نہیں ہے۔ ۵۱ قبل ہجری = ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ بت پرستی کی اور نہ شراب کو منہ لگایا۔ ۱۱ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۳ھ = ۶۳۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے' ان کی مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ اور ۱۵ دن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات ۱۴۲ ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ ۱-۲ :۱۰۳' ترجمہ :۲' منہاج السنۃ النبویۃ ۳ :۱۱۸' الاعلام ۴ :۱۰۲)

[51]- عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن خَطّاب' قرشی' عدوی' کنیت ابو حفص تھی اور لقب فاروق۔ مکہ معظمہ میں ۴۰ قبل ہجری = ۵۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ سب سے پہلے ان کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارا گیا۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ نہایت شجاع' جری اور بہادر تھے۔ نوجوانانِ قریش میں سے تھے۔ ۱۳ھ کو خلیفہ چنے گئے ان کی عدالت ضرب المثل ہے' ان کے دور خلافت میں شام' عراق' بیت المقدس' مدائن' مصر اور جزیرہ فتح ہوئے۔ بارہ ہزار مسجدیں بنوائیں۔ سن ہجری کی ابتدا آپ کے عہد زرین میں ہوئی۔ آپ سے ۵۳۷ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ۲۳ھ = ۶۴۴ء کو رحلت کر گئے۔ نماز جنازہ سیدنا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ رومی نے پڑھایا۔ (صفۃ الصفوۃ ۱-۲ :۱۱۸' ترجمہ :۳' تہذیب الکمال ۷ ۱:۳۱۲' الاعلام ۵ :۴۵)

[52]- المحلّٰی ۱۱ :۲۰۸

[53]- محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی اندلسی ابو عبداللہ قرطبی' تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ بہت بڑے مفسر اور صالح وعابد تھے۔ قرطبہ (اندلس) سے تعلق تھا۔ شرق اوسط کے اَسفار کیے۔ مصر شمال میں اسیوط کے مضافات میں منیۃ ابن خصیب میں اقامت پذیر رہے اور وہیں ۶۷۱ھ = ۱۲۷۳ء کو وفات پائی۔ سادہ اور متقشفانہ زندگی گزارتے تھے۔ ایک ہی کپڑا زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (نفح الطیب ۱:۴۲۸' الاعلام ۵ :۳۲۲)

[54]- تفسیر القرطبی ۸ :۱۹۱

55۔ احمد بن علی بن محمد کنانی، عسقلانی، ابو الفضل، شہاب الدین، ابن حجر، قاہرہ میں ۷۷۳ھ =۱۳۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ شعر وادب کے دلدادہ تھے، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ حدیث، رجال اور تاریخ کے بے نظیر عالم ہیں۔ ۸۵۲ھ =۱۴۴۹ء کو قاہرہ ہی میں وفات پائی۔ (البدر الطالع ۸۷:۱، الاعلام ۱ :۱۷۸)

56۔ الاصابۃ ۱ :۱۹۸

57۔ الکافی الشاف ۲: ۲۹۴

58۔ لباب النقول: ۱۳۰، حدیث: ۵۶۶

59۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو اورنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء میں مولوی کا امتحان پاس کیا۔ مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی سے سنن ترمذی اور موطا امام مالک کے سبق لیے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کو وفات پائی۔ (شاہکار انسائیکلوپیڈیا ۱ :۱۰۶)

60۔ سیدنا عثمان ص بن عفان بن ابی العاص بن امیۃ، قریش میں سے تھے۔ ذوالنورین لقب تھا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ا کی دو بیٹیاں: سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے اُن کے عقد میں آئیں۔ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ اُن کی دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ۴۷ قبل ہجرت =۵۷۷ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے اسلام میں ایمان لائے۔ ۲۳ ہجری کو شہادتِ فاروقی ص کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۳۵ھ =۶۵۶ء کو ۸۲ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ۲:۴۶۲، الاعلام ۴ :۲۱۰)

61۔ سعد بن ابی وقاص مالک بن اُہَیب بن عبد مناف، قرشی، زہری، ابو اسحاق ص، فاتح عراق و مدائن کسریٰ تھے۔ ۲۳ قبل ہجری= ۶۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تیر چلایا۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ فارس الاسلام سے مشہور ہیں۔ ۵۵ھ =۶۷۵ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶ :۹۳، الاعلام ۳ :۸۷)

62۔ خلافت وملوکیت: ۱۱۱-۱۱۲

63۔ علی بن محمد بن ابراہیم الشیحی علاء الدین المعروف بالخازن۔ تفسیر اور حدیث کے عالم تھے۔ شافعی فقیہ اور بغدادی الاصل تھے۔ ۶۷۸ھ =۱۲۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ ایک عرصہ تک دمشق میں مقیم تھے جہاں کے مدرسہ سمیساطیہ میں کتب خانہ کے خازن تھے۔ ۷۴۱ھ =۱۳۴۱ء کو حلب میں وفات پائی۔ (الدرر الکامنۃ ۳:۹۷، الاعلام ۵ :۵)

64۔ تفسیر الخازن ۱۷۸:۴

65۔ امین احسن اصلاحی، عالم دین، مفسر قرآن، قانون کمیشن کے سابق صدر نشین۔ ۱۹۰۴ء کو ہند کے اعظم گڑھ (U.P) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کے فاضل ہیں۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ (انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا: ۲۵۳)

66۔ تدبر قرآن ۷: ۴۹۶-۴۹۷، تفسیر سورۃ الحجرات ۶:۴۹-۷

67۔ سنن ابی داؤد، کتاب الترجل (۲۷) باب فی الخلوق للرجال (۸) حدیث: ۴۱۸۱، مسند احمد ۴: ۳

68۔ اشرف علی بن عبد الحق فاروقی، ۱۲۸۰ھ =۱۸۶۳ء کو ہندوستان میں تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ اول اول قرآن مجید کو حفظ کیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں تھانہ بھون میں پڑھیں۔ دیوبند میں باقی درسیات کی تکمیل کی۔

۱۳۰۱ھ = ۱۸۸۴ء کو سند فضیلت حاصل کی ' اسی سال حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے اور حاجی اِمداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کی۔ ۱۳۶۲ھ = ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۱:۲۲۷)

[69]- بیان القرآن:۹۹۴

[70]- العواصم من القواصم:۹۱' حاشیہ

[71]-معالم التنزیل ۴:۱۹۱

[72]- تجلیات صحابہ:۸۹

[73]- تجلیات صحابہ:۹۰

[74]- تجلیات صحابہ:۹۲

[75]- تجلیات صحابہ:۹۴

[76]- المستدرک ۳: ۵۳۶

[77]- ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم ' مجد الدین ' شیرازی ' شافعی ' عربی لغت نویس ' ۷۲۹ھ = ۱۳۲۹ء کو گازرون (شیراز) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اور اعلی تعلیم کے حصول کے لیے واسط اور بغداد تشریف لے گئے۔ دمشق ' مصر اور شام کی سیاحت بھی کی۔ ۷۹٦ھ کو زَبید چلے گئے اور وہیں ۸۱۷ھ = ۱۴۱۵ء کو وفات پائی۔ (طبقات المفسرین داؤدی ۲:۲۷۵' البدر الطالع ۲: ۲۸۰' الاعلام ۷: ۱۴٦)

[78]- تقریب التہذیب:۵۳۵' ترجمہ:٦۲۸۳

[79]- احوال الرجال:۵۴' الضعفاء' نسائی ترجمہ:۲۱۱' میزان الاعتدال ۳: ۵۵۸' تقریب التہذیب:۵۱۰' ترجمہ:۵۹۰۱

[80]- الاتقان فی علوم القرآن ۴: ۱۸۷

[81]- خلیل بن عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن خلیل ابویعلی قزوینی خلیلی ' قاضی اور حافظِ حدیث تھے۔ رجال حدیث سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ ۴۴٦ھ = ۱۰۵۴ء کو وفات پائی۔ (الرسالۃ المستطرفۃ:۱۰۵' الاعلام ۲: ۳۱۹)

[82]- الاتقان فی علوم القرآن ۴: ۱۸٦